حکیم محمود احمد ظفر

اسلام میں موت کا تصور

جو شخص اس دنیا میں آیا ہے' اس نے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے جانا بھی ہے۔ اس دنیا میں لوگوں نے بڑی بڑی ہدایات کا انکار کیا۔ اللہ کے وجود کا انکار کیا، انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار کیا۔ روز قیامت کا انکار کیا لیکن جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے' اس وقت سے لے کر آج تک ایک متنفس بھی ایسا نہیں گزرا جس نے موت کا انکار کیا ہو۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم میں موت کے لیے یقین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ''واعبد ربک حتی یاتیک الیقین'' (الحجر:۹۹)

یعنی موت آنے تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو۔

اسلام میں موت کے معنی وہ نہیں ہیں جو دوسرے مذاہب میں ہیں۔ دوسرے مذاہب میں موت کا مطلب ہے فنا ہو جانا، معدوم ہو جانا مگر اسلام میں موت کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا۔ گویا موت کے ذریعے سے آدمی عالم دنیا سے عالم برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے' فنا نہیں ہوتا۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ آدمی جس جسم اور روح کے ساتھ اس دنیا میں آیا ہے یہی جسم و روح اس کا عالم برزخ میں ہوگا۔ یہی عالم آخرت میں اور یہی جسم و روح جنت اور جہنم میں جائیں گے۔ اس لحاظ سے گویا انسان ازلی تو نہیں لیکن ابدی ضرور ہے۔

برزخ کا معنی چونکہ پردہ ہے لہٰذا اس دنیا میں رہتے ہوئے ہم اس پردے کے پیچھے کی دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتے۔ صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا لسانِ نبوت نے ہمیں بتایا ہے یا ان لوگوں نے ہمیں اطلاع دی ہے جن کی نگاہیں اس پردے کے پیچھے کی دنیا کو بھی دیکھتی ہیں۔ چنانچہ بعض دفعہ ہم اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے ان باتوں کا انکار بھی کر دیتے ہیں جن کو ہماری نگاہیں نہیں دیکھ رہی ہوتیں جیسے عذابِ قبر وغیرہ۔

دنیا کی اس حرص و آز کی زندگی میں اکثر و بیشتر آدمی موت و حیات کے خالق کو بھول کر بے راہ روی کی زندگی گزارنے لگتا ہے دنیا کا عیش و آرام اسے اپنے خالق و مالک سے غافل کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے ایک ایسا مجرب نسخہ یہ بتایا کہ

اذکروا ذکر ھازم اللذات الموت (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

یعنی تمام لذتوں کو تباہ و برباد کر دینے والی چیز ''موت'' کو اکثر یاد کیا کرو۔

جب موت کا حقیقی تصور انسان کے رگ و پے میں رچ بس جائے تو پھر وہ اس دنیا میں خدا فروش اور خدا ناآشنا لوگوں کی طرح اپنی زندگی نہیں گزارے گا بلکہ ہر وقت اپنے اعمال کے محاسبہ کی فکر اسے لگی ہوگی۔ وہ گناہوں کی غلاظت سے ایسے بچے گا جیسے ایک لطیف اور نفیس فطرت انسان گندگی اور غلاظت سے اجتناب کرتا ہے۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو خصوصی طور پر موت ہی کی یاد دلائی جو عرب کے جاہلی اور خدا ناآشنا معاشرہ میں خدا فراموشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے رئیس ابوسفیان بن حرب اور ان کی اہلیہ ہند بنت عتبہ کو ان الفاظ میں اپنی دعوت پیش فرمائی:

''بخدا! تمہیں ضرور مرنا ہے اور اس کے بعد تم اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو اچھا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے اعمال برے ہوں گے، وہ جہنم کا لقمہ بنے گا۔ یہ جو میں نے کہا بالکل صحیح اور درست کہا۔ اور تم دونوں پہلے شخص ہو جن کو میں ڈرا رہا ہوں۔''

موت کی یاد کے اثرات چونکہ براہِ راست قلب پر پڑتے ہیں۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا ایک طریقہ موت کی یاد دلانا ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا فرمایا تو ان کی تعداد کئی ارب تھی۔ ان کو اتنی تعداد میں دیکھ کر فرشتوں نے بارگاہ الوہیت میں عرض کیا: یہ تمام اولاد آدم زمین و آسمان میں نہ سما سکے گی۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ میں موت کو پیدا کروں گا۔ فرشتوں نے عرض کیا: بارالٰہی! اگر موت کو پیدا کیا گیا تو ان کی زندگی خوش گوار نہ رہے گی بلکہ تلخیٔ ایام ان کی زندگی کو ناخوش گوار بنا دے گی۔ یعنی موت کے ڈر سے یہ تمام کام اور کاروبار زندگی چھوڑ دیں گے۔ ارشاد فرمایا کہ میں حرص اور امید پیدا کروں گا یعنی حرص اور امید کے باعث دنیا میں ان کا دل لگا رہے گا اور موت کی طرف دھیان نہ جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۵۰۷، کتاب الزہد)

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو حق تعالیٰ شانہ نے ان سے فرمایا:

''بگڑنے کے لیے بناؤ اور فنا ہونے کے لیے اولاد جنو'' (حلیۃ الاولیاء ۳/ ۲۸۶)

موت کے اتنا یقینی ہونے کے باوجود موت کی تمنا اور خواہش کرنے سے منع فرمایا گیا۔ چنانچہ مسلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کسی بیماری یا تکلیف سے تنگ آ کر کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اسے تمنا کرنی ہی ہے تو یہ کہے:

اللھم احینی ماکانت الحیاۃ خیراً لی وتوفنی اذاکانت الوفاۃ خیراً لی

''اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے اس وقت موت دے دے جب موت میرے لیے بہتر ہو۔''

اس حدیث کو مسلم کے علاوہ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں مسند احمد ۲/ ۲۶۳، ۳۰۹، ۵۱۴، ۳/ ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۶۳، ۱۷۱، ۱۹۵، ۲۰۸، ۲۹۴، ۶/ ۳۳۳ میں بھی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے قبل اس کو دعوت دے۔ کیوں کہ موت تمام اعمال کا سلسلہ ختم کر دیتی ہے اور نیکی مومن کی عمر کو بڑھاتی ہے۔'' (مسلم رقم ۲۶۸۲)

خلاصہ یہ کہ موت کا ایک دن، ایک مقام اور ایک وقت مقرر ہے۔ اس کے آگے پیچھے موت نہیں آ سکتی۔ پھر موت کوئی بری شے بھی نہیں بلکہ حدیث میں اسے مومن کے لیے ایک تحفہ قرار دیا گیا۔ (**الموت تحفۃ المومن**) (مستدرک حاکم ۴/ ۳۱۹) ایک مکان سے دوسرے مکان میں اور ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کا نام ''موت'' ہے۔ چنانچہ امام

طبری نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت نقل کی ہے۔فرماتے ہیں کہ تم ہمیشگی کے لیے پیدا ہوئے ہو اور (موت سے فنا نہیں ہوتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہو۔(حلیۃ الاولیاء ۵/ ۲۸۷)

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور امام سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''دو چیزوں کو انسان نہایت برا سمجھتا ہے۔موت کو برا سمجھتا ہے حالاں کہ موت اس کے لیے فتنہ سے بہتر ہے۔مال کی کمی کو برا سمجھتا ہے حالاں کہ مال کی کمی سے قیامت میں حساب میں کمی ہوگی۔''

(شرح الصدور للسیوطی ص ۳۵، کنز العمال ۱۵/ ۵۵۱)

نسائی نے سنن میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا ہے۔فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو بھی جان روئے زمین پر مرتی ہے' اس کے لیے اس کے رب کے پاس بھلائی ہے اور وہ واپس نہیں آنا چاہتی۔خواہ اس کو تمام دنیا و مافیہا دے دی جائے سوائے شہید کے۔وہ بار بار (اس دنیا میں) آنے کی تمنا کرتا ہے تاکہ ثواب عظیم پائے۔'' (ترمذی رقم ۲۳۰۸، ابن ماجہ رقم ۴۲۵۸، شرح الصدور ۴۳، حلیۃ الاولیاء ۶/ ۳۵۵)

طبرانی نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ! جو لوگ مجھے رسول جانتے ہیں ان کے دلوں میں موت کی محبت اور انسیت ڈال دے۔''

اگر موت کوئی اچھی شے نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو اسے تحفۃ المومن اور نہ ہی مومنوں کے لیے موت کی محبت کی دعا مانگتے۔اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اگر تم میری وصیت یاد رکھو تو وہ یہ ہے کہ موت سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب شے تمہارے نزدیک اور کوئی نہ ہو۔'' (شرح الصدور، ص ۴۰)

ابونعیم نے حلیہ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''موت ہر مومن کے لیے کفارہ ہے۔''

امام قرطبیؒ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کو مرتے وقت جو تکالیف ہوتی ہیں وہ اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بن جاتی ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو اگر کانٹا یا اس سے کوئی کم چیز بھی لگ جائے تو وہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔جب کانٹے کا یہ حال ہے تو پھر سکرات موت یا موت سے پہلے بیماری کی تکلیف کا کیا حال ہوگا۔اور سکرات موت کے بارے میں تو روایات میں ہے کہ اتنی سخت تکلیف ہوتی ہے کہ تلوار کی تین سو چوٹوں سے زائد تکلیف ہوتی ہے۔(شرح الصدور ص ۴۱، حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۲۱)

ایک مومن کامل کے لیے سکرات موت کی یہ سب چوٹیں اور بیماری کی یہ تمام تکالیف اس کے درجات کی بلندی اور گناہوں کے کفارہ کا باعث بنتی ہیں۔